المنهل ریسرچ جرنل

AL-MANHAL Research Journal

Publisher: Centre of Arabic & Religious Studies, Sialkot
E-ISSN 2710-5032 P-ISSN 2710-5024
Vol.02, Issue 02 (July-December) 2022
HEC Category “Y”
https://almanhal.org.pk/ojs3303/index.php/journal/index

Title Detail

Urdu/Arabic:

God: The Failed Hypothesisمیں مفروضہ خدا کا اسلامی تناظر میں تنقیدی جائزہ

English: **A Critical Analysis of God Hypothesis In “God: The Failed hypothesis”: An Islamic Perspective**

Author Detail

1. Muhammad Salman Mir
PhD Scholar
Department of Islamic Thought, History & Culture, AIOU Islamabad
Email: msmeer82@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0001-5315-0369

2. Anwar ul Haq
PhD Scholar
Department of Hadith and Hadith Sciences, AIOU Islamabad
Email: anwarulhaq931@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-9996-4813

Citation:

Muhammad Salman Mir, and Anwar ul Haq. 2022. “God: The Failed Hypothesis میں مفروضہ خدا کا اسلامی تناظر میں تنقیدی جائزہ: A Critical Analysis of God Hypothesis In ‘God: The Failed hypothesis’: An Islamic Perspective”. Al Manhal Research Journal 2 (2). https://almanhal.org.pk/ojs3303/index.php/journal/article/view/22.

Copyright Notice:

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

God: The Failed Hypothesis وکٹر جے سٹنگر کی 2007 بیسٹ سیلر کتاب ہے اور 10 ابواب پر مشتمل ہے۔ زیر نظر کتاب[1] میں سٹنگر کا کہنا ہے کہ سائنس کے طریقہ کے استعمال سے بالآخر یہ معلوم ہو گیا ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے اور الوہی ہستی کے کوئی شواہد دستیاب نہیں ہیں۔ وہ اساطیر اور وحی پر مبنی تخلیقی بیانات کو ایک ہی نوع میں شمار کرتا ہے۔ اس کے مطابق 'خدا کا مفروضہ' ایک درست مفروضہ ہے اور یہ قابل تغلیط ہے[2]۔

سٹنگر کے نزدیک انسانی زندگی میں موثر طور پر تصرف کرنے والا خدا انسانی حسوں یا ان حسوں کی صلاحیتوں میں اضافہ کی خاطر تیار کردہ دیگر آلات کے ذریعے قابل مشاہدہ ہونا چاہیئے۔ وہ کہتا ہے کائنات کا معروض وجود آنا، زندگی کا قیام، دعاوں کو قبول کرنا اور کائناتی حقائق کو لوگوں کی طرف وحی کی صورت نازل کرنا جیسے اہم سوالات کا سائنسی جواب دیا جاسکتا ہے۔ وہ کتاب میں وحی پر مبنی تخلیقی بیانات اور اساطیر کو ایک ہی نوع میں شمار کرتا ہے۔

سٹنگر ابراہیمی ادیان کے کائنات کے موجب، زمان و مکان سے ماوراء مذہبی خدا پر تنقید کرتا ہے۔ مذہبی خدا Deist کے خدا کے تصور خدا سے ہٹ کر ہے[3]۔ اور اس کے پیش نظر وحدت الوجودی خدا بھی نہیں کہ جو اپنی مخلوق میں ہی شامل ہو گیا ہو۔ اس کے مطابق یہودی، عیسائیوں اور مسلمانوں کا خدا ہمہ وقت کائنات میں تصرف کر رہا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے پر اس کا کنٹرول ہے۔ تحت ایٹمی ذرات سے لے کر کہکشاؤں کی سطح پر بہت دور دراز کائنات میں اس کے جلوے نمایاں ہیں۔ مزید یہ کہ خدا اپنی جمع مخلوقات کی دعاؤں اور التجاؤں کو سماعت فرمارہا ہے۔ سٹنگر اس خدا کیلئے لفظ God استعمال کرتا ہے اور اسی خدا کے تصور کو زیر بحث لانے کا عندیہ دیتا ہے۔[4]

سٹنگر NOMA[5] کے خلاف ہے اس کے مطابق مذہبی معاملات میں بھی سائنس کو تحقیق و تفتیش کا حق حاصل ہے ۔ اس کے مطابق جب مذہب اپنی حدود سے نکل کر حقیقت کی نوعیت وغیرہ جیسے تصورات اور معاملات میں دخل اندازی کر سکتا ہے تو ایسا سائنس کیوں نہیں کر سکتی۔ سٹنگر انٹیلی جنٹ ڈیزائن کو غیر سائنسی اور ناقابل تغلیط قرار دے کر اس کو رد کرتا ہے، جب کہ creationism کو ایک سائنسی دعوی قرار دیتے ہوئے قابل تغلیط کہ کر باقاعدہ اس کی تغلیط کرتا ہے۔ اس کے مطابق چوں کہ زمین و آسمان کے 6 دنوں میں بننے اور کائنات کی عمر 6000 سال ہونے کو سائنسی بنیادوں پر چیک کیا جاسکتا ہے، اس لیئے یہ دعویٰ Falsifiable ہے اور نتیجہ کے طور پر اس کی Falsification کی جا سکتی ہے ۔ سٹنگر نے از خود اس کی تردید کر کے Creationism کو ایک نادرست مفروضہ قرار دیا۔ یہ دوہرا معیار ہے۔ اگر انٹیلی جنٹ ڈیزائن قابل تغلیط نہیں تو زمین کی عمر کا بیان بھی قابل تغلیط نہیں ہونا چاہیئے۔ تاحال کسی مذہبی گروہ نے خدا کے وجود کو سائنسی مفروضے کے طور پر پیش نہیں کیا۔ سائنس اور جعلی سائنس میں فرق کو روا رکھتے ہوئے اپنی کتاب میں سائنس سے دلائل کی فراہمی کا عندیہ دیتا ہے۔ اس کے مطابق سائنس سے مراد معروضی مشاہدات ہیں اور مشاہدات بصری آنکھ کے ذریعے یا پھر مختلف آلات کے ذریعے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ نیز اہم مشاہدات کی توضیح کے لئے ماڈلز کی تشکیل کا عندیہ دیتا ہے۔ اور بعد میں ان ماڈلز کو قوانین طبعیات کا نام دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سائنسی ماڈلز کا بنیادی مقصد توضیح و تشریح کرنے سے زیادہ بیان کرنا ہے۔

سٹنگر غیر معمولی دعویٰ جات کو "قابل قدر" بننے کے لیے کچھ شرائط عائد کرتا ہے۔ مثلاً مفروضہ کا بیان واضح ہونا چاہیئے ، تجربہ کرنے والے جانبدار نہیں ہونے چاہیں۔ مفروضہ قابل تغلیط ہونا چاہیے اور حاصل کردہ نتائج قابلِ تکرار ہونے چاہیں۔ ایک جیسے حالات کے تحت مختلف investigaters کی جانب سے موصولہ نتائج (آخر کار) ایک جیسے ہوں تو ایسا حاصل کردہ علم سائنسی علم کہلانے کے قابل ہوگا۔[6]

V.J.Stenger بارِ اثبات مذہبی لوگوں پر ڈالتا ہے۔ مذہب کو غیر معمولی دعویٰ قرار دیتے ہوئے دوسرے ملحد مفکرین کی طرح وہ غیر معمولی دعویٰ کے لیے غیر معمولی ثبوت کا تقاضا بھی کرتا ہے۔ غیر معمولی دعویٰ اور مطابقاً غیر معمولی ثبوت کی اصل کے بارے میں اس کتاب میں کوئی بحث رقم نہیں کی گئی۔[7] سٹنگر سائنس میں غیر معمولی ایمپریکل دعویٰ جات کے لیے غیر معمولی شواہد کے لیے مختلف شرائط بیان کرتا ہے۔ سٹنگر نے غیر معمولیت کی کسی کسوٹی کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی غیر معمولی گواہی کے لیے کوئی معیار قائم کیا ہے۔ اس کا اپنا دعویٰ بھی غیر معمولی ہے پر اس نے دعویٰ پر کوئی غیر معمولی دلیل پیش نہیں کی۔ سٹنگر دنیا کے وجود میں آنے کے نظریہ "عدم سے وجود" سے غیر معمولی دعویٰ کے اثبات میں کسی غیر معمولی ثبوت / شواہد پیش کرنے سے احتراز کرتا ہے۔ بلکہ وہ یہاں بارِ ثبوت مذہب پر ڈال دیتا ہے۔ مذہب تو اپنا ثبوت دیتا ہے کہ یہ کائنات تخلیق شدہ ہے لہذا سٹنگر کو کائنات کے خود بخود وجود میں آنے کا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔ اس کے نزدیک سائنس کی دسترس میں آنے والے دعویٰ جات غیر معمولی دعویٰ کی قبیل سے نہیں ہیں۔ مثلاً اس کا کہنا ہے کہ کائنات کا Design ہمارے اردگرد پھیلا ہوا ہے اور چونکہ ہم خود اس کے شاہد ہیں لہذا یہ ایک غیر معمولی دعویٰ نہیں ہے۔ اس کے مطابق یہ کسی نظریہ کی پیداوار نہیں بلکہ یہ محض سائنس ہے۔[8]

سٹنگر بگ بینگ اور لا محدود کائنات کے متبادل نظریات بیان کرتا ہے اس معاملہ میں اس کے دعویٰ جات میں کوئی ربط نہیں ہے۔ بگ بینگ کے معاملہ میں وہ کہتا ہے کہ خدا (اگر ہے تو) نے کائنات میں اپنا کوئی Imprint نہیں رکھا۔ لہذا اس کا عدم وجود ثابت ہوتا ہے۔ تخلیق اپنے خالق کی خود گواہ ہے اس سے ہٹ کر اور کیا شواہد چاہییں۔ سٹنگر بگ بینگ، لا محدود ابدی کائنات یا کائنات کے آغاز کی کسی اور نظریہ کی حمایت کرتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے برعکس اس کا کہنا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک فطری نظریہ بھی قابل قبول ہو جائے تو ہمیں خدا کے سبب کائنات ہونے کے دعویٰ کو رد کرنے کا حق ہے بلکہ مسترد کر دینا چاہیے۔ سٹنگر اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ کائنات کی ابتداء یا آغاز کی تشریح فی الوقت کامیاب نہیں ہو سکی۔ اس کے مطابق ہمیں خدا کا انکار اس لیے کر دینا چاہیے کیونکہ ہمارے پاس مادیت پر مبنی ممکنہ معقول متبادل دستیاب ہے۔

سٹنگر نیورولوجی سے مثالوں کے ذریعے ثابت کرتا ہے کہ ہمارے خیالات، یاداشت اور موضوعی تجربہ سب کے سب ہمارے دماغ میں وقوع پذیر طبیعی پراسسز کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سٹنگر کے مطابق خدا کے بارے میں 'مافوق الفطرت مفروضہ' مروجہ سائنس کے طریقہ کار سے یا سائنس کے مسلّمہ عمل سے جانچا جا سکتا ہے۔ وہ ایک غیر مادّی مفروضہ کی جانچ کے لیے مادّی طریقہ کار اختیار کر رہا ہے۔ جب کہ مادّی یا طبیعی ٹولز (جو کہ مادّی یا طبیعی مظاہر کی پیمائش کے لیے ڈیزائن کیے گئے ہوں) سے غیر مادی یا غیر طبیعی مظاہر کی جانچ کرنا غیر منطقی ہے۔ سٹنگر منہاجیاتی مادیت اور مابعد الطبیعاتی مادّیت میں فرق کرتا ہے[9]۔ وہ دلیل دیتا

ہے کہ مادّیت کی ذیل میں آنے والے مفروضہ جات assumptions کو کسی مسئلہ کے حل کے لینے سے اصل مادّیت ادعائی (Dogmatic) نہیں ہو جاتی۔ اس کے مطابق سائنس میں ترقی فطرتی سبب اور اثر کے مطالعہ سے ہی ممکن ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ سبب اور اثر کے درمیان تعلق کی جانچ کے لیے جو ٹیسٹ بنائے جاتے ہیں وہ بھی مادّی ہوتے ہیں۔ لہذا یہ اپروچ مادّی دنیا (اشیاء اور وقت سے متعلق) سے متعلقہ سوالات کے بارے میں درست ہے۔ مذہبی حلقوں میں بھی اس سے کوئی انکار ثابت نہیں۔

سوال زیر نظر یہ ہے کہ سائنس کے دائرہ کار اور دائرہ اختیار سے باہر کسی شے کے وجود یا عدم وجود کے بارے میں سائنس کیسے حتمی رائے دے سکتی ہے۔ سٹنگر خدا کے سوال کو سائنسی نقطہ نظر سے سے زیر بحث لانا چاہتا ہے۔ لہذا 'خدا موجود نہیں ہے' کے فرضیہ کے ساتھ سوال مرتب کرتا ہے۔ یہ نہ تو اچھی سائنس ہے اور نہ ہی عقلی فکر! اس کے مطابق یہ بات غیر متعلقہ ہے کہ خدا ہے کہ نہیں۔ وہ مادی اشیاء کی طرح قابل مشاہدہ یا قابل پیمائش نہیں ہے جبکہ سائنس کا موضوع مادّی اشیاء ہیں۔ وہ مادّی دنیا سے ہٹ کر یا اس سے ماوراء کسی قسم کی تفتیش یا انکوائری کو بے معنی سمجھتا ہے۔ حاضر کا اثبات غائب کی نفی چاہتا ہے۔ جبکہ سائنس حاضر کا اثبات تو کر سکتی ہے پر غائب کی نفی نہیں کر سکتی۔

سٹنگر کہتا ہے کہ کائنات کے بند نظام نے اپنے قوانین خود ہی تخلیق کر لیے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں بتاتا کہ قوانین کا آغاز کیسے ہوا۔ اگر کوئی مافوق الفطرت ہستی قوانین فطرت کو بنانے اور رواں رکھنے والی نہیں ہے تو پھر مادّہ کس کی Dictation پر دیگر مادّہ کیلئے قوانین کو اپنائے ہوئے ہے؟ وہ قوانین طبیعات کے آغاز کے بارے میں معلومات نہ رکھنے کو سائنسی علم میں ایک gap قرار دیتا ہے۔ وہ اس سے ہٹ کر احتمالی منظر کشی کرتا ہے کہ قوانین طبیعات عدم (Nothing) سے آئے۔ اس کے بقول کائنات میں کوئی مافوق الفطرت ہستی یا عامل نہیں ہے۔ مادّی اشیاء مادّی یا فطری قوانین کو اختیار کرتی ہیں۔ اس کے مطابق مذہبی طبقے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثابت کریں کہ: اس کا پیش کردہ منظر نامہ غلط ہے / یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا فطری بیان ممکن نہیں ہے / یا ایسا خدا نے کیا ہے۔ قوانین طبیعات کی ابتدا عدم (Nothing) سے ہوئی کے بیانیہ کے مقابلہ میں یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ ان کو وضع کرنے والا یا نافذ کرنے والا عامل کائنات کے خارج سے ہے۔

سٹنگر اس سوال کو زیر بحث لاتا ہے کہ عدم سے اشیاء کا وجود کیوں کر ممکن ہے؟ جب کہ سوال عدم (Nothing) کی ماہیت کا ہے۔ یعنی عدم یا نیست کی خصوصیات کیا ہیں؟ عدم کی خصوصیات بیان کرنے سے وہ ہست نہیں کہلائے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقلی لحاظ سے سوال پوچھنے کے معاملے میں درست سمت پر ہے۔ لیکن آگے چل کر وہ نیست کو ہست سے خلط ملط کر دیتا ہے۔ وہ سوال کرتا ہے کہ کیا کچھ ہونے کے مقابلے میں نہ ہونا (نیست) زیادہ فطری حالت ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ "کچھ ہونا" زیادہ فطری معاملہ ہے۔ وہ اس سلسلہ میں بیان کرتا ہے کہ ایک سادہ نظام کیسے پیچیدہ نظام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے مطابق نیست سب سے زیادہ سادہ حالت ہو سکتی ہے۔ لیکن نیست تو نیست ہے اس میں سادگی کہاں۔ 'سادہ ہونا' نیست کو کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ عدم ہے۔ عدم پر فطری خصوصیات کا انطباق کرنا ایک غیر عقلی روش ہے۔ سٹنگر کے نزدیک نیست سے ایک سادہ ہست کا وجود حاصل ہونے کے بعد وہ سادہ وجود غیر متوازن ہوتا ہے۔ اس کے مطابق:

Since "nothing" is as simple as it gets, we cannot expect it to be very stable. It would likely undergo a spontaneous phase transition to something more complicated, like a universe containing matter. The transition of nothing-to-something is a natural one, not requiring any agent.[10]

سٹنگر کے نزدیک عدم سے وجود کا سفر دراصل ایک Phase Transition ہے۔ وہ عدم سے وجود میں خود بخود آنے کا دعوی کرنے کے بعد اصل بات سے صرف نظر کرتے ہوئے اس وجود کا دیگر وجود میں انتقال کو بیان کیئے جارہا ہے۔ لیکن فیز ٹرانزیشن تو ایک سے دوسری حالت میں ہوتا ہے جیسے کہ پانی کا ابل کر بھاپ بن جانا وغیرہ۔ یعنی "کچھ ہونا" میں تبدیلی تو معقول ہے۔ عدم سے وجود میں انتقال یا تحول کے بارے میں سٹنگر خاموش ہے۔ عدم سے وجود کو کسی خارجی ہستی کے حوالے کے بغیر فطری کہنا، فطرت کو خدائی صفات سے متصف کرنے کے مترادف ہے۔

کتاب میں اکثر مواقع پر سٹنگر خدا کے تجرباتی عدم ثبوت پر بات کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا کے وجود کے کوئی تجرباتی شواہد دستیاب نہیں ہیں۔ خدا کی تجرباتی گواہی فطری دنیا سے کیوں کر مل سکتی ہے جبکہ مذہب کے مطابق 'خدا' فطرت سے 'ماوراء' یعنی فوق الفطرت ہے۔ فوق الفطرت ہستی کا تجرباتی ثبوت "تحت فطرت" سے کیسے دیا جاسکتا ہے؟ اگر یہاں تجرباتی ثبوت سے مراد فلسفہ تجربیت کے تحت فراہم کردہ ثبوت ہے تو تجربیت کے تحت وجود بس وہی تسلیم کیا جائے گا جسے تجربی طور پر محسوس کیا جاسکے۔ انسانوں کو ودیعت کردہ حسّوں کے ذریعے خدا کا ادراک ناممکن ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ[11]

یعنی کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جب کہ وہ ہماری آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے اور وہ بہت باریک بین اور خبر دار ہے۔

اس سے اگلی آیات مبارکہ میں ہے:

﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾

دیکھو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں اب جو بینائی سے کام لے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا۔

انسان کا ذہن محدود ہے جب کہ حق تعالیٰ کی حکمت لامحدود ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں اتنا ہی جان سکتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ بصورت وحی انسان کو مطلع کردے۔ انسان اپنے ذہن میں خدا کی کوئی تصویر نہیں بنا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو عقلی اور جذباتی طور پر کسی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔ انسان ایسی کوئی چیز سوچ ہی نہیں سکتا جو اللہ تعالیٰ سے مشابہت رکھتی ہو جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[12]

کوئی شے اللہ سے مشابہت نہیں رکھتی اور وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

لہذا یہ تمنا کرنا کہ اللہ عزو جل کا مشاہدہ کیا جائے دنیا میں انبیاء کرام کے لئے بھی ممکن نہیں تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرطِ محبت میں اللہ عزو جل کے دیدار کی تمنا کی اور اللہ عزو جل سے تقاضا کیا تو ارشاد ہوا:

﴿وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [13]

اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے التجا کی اے رب! مجھے یارائے نظر دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ فرمایا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ذرا سامنے پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہے تو تم مجھے دیکھ سکتے ہو۔ چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا جب ہوش آیا تو بولا "پاک ہے تیری ذات میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں"۔

یعنی کسی شخص میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کی شدت کو ہی برداشت کر سکے۔ سٹنگر کا خدا کی ذات کے مشاہدے کے ممکن نہ ہونے سے انکار خدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہم آواز کو دیکھ نہیں سکتے اور ذائقہ سونگھ نہیں سکتے اور مٹھاس چھو نہیں سکتے۔ ہر حس اپنے فریم ورک میں کام کرتی ہیں۔ لہذا مشاہدہ باری تعالیٰ کے لیے مطلوبہ حس انسان کو ودیعت ہی نہیں کی گئی تو مشاہدہ کیسا؟ عقل موجود ہے لیکن اس کا 'سائنسی مشاہدہ' ممکن نہیں۔ اسی طرح زندہ اور مردہ انسان میں فارق 'روح' بھی مدرک بالحواس نہیں اور نہ ہی مدرک باالبصر ہے۔ خدائے تعالیٰ کو انسانی بصارت سے دیکھنا ممکن نہیں۔ ممکن ہے دیگر زرائع ہوں یا کوئی حس باطنی۔

سٹنگر مذہبی طبقے سے معجزہ کو ثابت کرنے اور دعاؤں کے اثرات کے بھی تجرباتی شواہد طلب کرتا ہے [14]۔ اس کے مطابق دعا کرنے والا اگر تندرستی صحت کے بارے دعا کرے تو فوراً اس کو تندرستی عطا ہو جانی چاہیے۔ جب کہ اللہ عزو جل کا کائنات کو رواں رکھنے کا اپنا ایک پلان ہے اور اس عظیم پلان کے اندر رہ کر معاملات دنیا رواں دواں ہیں۔ انسان رب کو اپنی مرضی پر نہیں چلا سکتا۔ اللہ تعالیٰ العلیم اور الحکیم ہیں، لہذا اس کی حکمت اور اس کے علم کے تقاضے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عظیم منصوبہ انسانی فہم کے دائرہ سے باہر ہے۔ قرآن کریم میں مضطرب کی دعا سننے اور تکلیف رفع کرنے کا موجب ذاتِ خداوندی کو قرار دیا گیا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ [15]

بے بس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے اس کی سختی کو دور کر دیتا ہے؟

مزید یہ کہ دعا گو کی دعا کی قبولیت الٰہی فریم ورک میں سے ہے۔ نہ کہ دعا گو کے تناظر سے دیکھی جائے گی۔ ممکن ہے کہ دعا کرنے والا غلط فہمی اور بے ادراکی کی وجہ سے ایسی شے کا تقاضا کر بیٹھے جو اس کے حق میں لانگ رن میں باعثِ نقصان ہو۔ اس صورت میں دعا کی قبولیت کیا معنی رکھتی ہے۔ دعا کی قبولیت کا آخرت کی زندگی سے بھی تعلق ہے۔ قیامت کے روز ایک شخص اپنی

نیکیوں یا درجات کی کثرت دیکھ کر حیران ہو جائے گا تب اسے بتلایا جائے گا کہ دنیا میں اس کی ان دعاؤں کا ثمر ہے جو کہ اس وقت قبول نہیں ہوئیں۔لہذا طبیعی فطرت ہی کو آخر مان لینے سے تو یہ صادق آتا ہے کہ اکثر لوگوں کی دعائیں void کیوں ہو جاتی ہیں۔

خدا کائنات مرکز ہے نہ کہ انسان۔ انسان کو اس کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ دعا عاجزی اور التجا کا نام ہے نہ کہ یہ کوئی امر/ حکم ہے جس کی بجا آوری اور تعمیل رب کریم پر واجب قرار دی جائے۔ دعاؤں کی قبولیت کا فیصلہ خدا نے کرنا ہے نہ کہ دعا گو نے۔ حدیث مبارکہ میں یہ مفہوم نقل ہوا ہے کہ ایک شخص پراگندہ خانہ کعبہ کی دیوار پکڑ کر کہے اے اللہ! اے اللہ! تو اللہ تعالی جواباًارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص کا کھانا حرام کا، لباس حرام کا تو اللہ تعالی اس کی دعا کیوں سنے ؟یعنی دعا کی قبولیت کی ربانی شرائط بھی ہیں۔

دعا میں انسان خدائے بزرگ و برتر کی عظمت کی توثیق کرتا ہے چونکہ وہ قدرت عالیہ کا مالک ہے۔ بجا ہے کہ وہ بیماری کو شفا دے، بے کسوں کی حالت درست کرے، لاچاروں کا ملجا و ماویٰ ہے، لیکن اسے اس بات پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ لازماً وہ انسانی invocation پر تعمیل کرے۔ اس کی مرضی وہ بے پرواہ اور الصمد ہے۔ چاہے تو شیطان کی استدعا پر قیامت تک کے لئے اسے ڈھیل دے دے یا ابو جہل کی استدعا پر بدر کے دن حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دے اللہ کریم عادل ہیں، لہذا ان کی صفت عادل اور منصف ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ ایسی دعا قبول فرمائے جو کہ دعا مانگنے والے کے حق میں سراسر خیر اور بھلائی پر مشتمل ہو۔ انسانی فہم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ مزید یہ کہ وہ خدا ہی کیا جو اپنی مخلوقات میں تصرف اور مداخلت نہ کرے۔ پوری کائنات جن قوانین کے تحت رواں دواں ہے، اللہ تعالیٰ ہی کے وضع کیے ہوئے ہیں اور فعال و متصرف خدا مخلوقات میں مداخلت کرنے پر قادر ہے۔

سٹنگر کے مطابق برائی دراصل اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ کوئی خدا موجود نہیں[16]۔ وہ برائی کے وجود کو دراصل مذہب کی تردید کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس کے برخلاف کیا ارتقائی حیاتیات کو درست تسلیم کرنے سے معاشرے میں پائی جانے والی برائی کو الحاد کے خلاف بطور دلیل لیا جا سکتا ہے؟ یہ امر بحث طلب ہے۔ برائی کی وجہ سے انسانی وجود کا سبب "خدا" اگر مطعون ہو سکتا ہے (جو کہ مذہب کے نزدیک اعلی ترین صفات کا مالک اور کامل و اکمل ہستی ہے) تو اس کے مغائر انسانی وجود اور (بلآخر معاشرہ) کا سبب نظریہ ارتقاء اپنے تمام تر لوازمات بقائے اصلح اور فطری چناو کے نظریہ ساتھ مطعون کیوں نہیں ہے۔ ارتقاء کے نزدیک تو وہی نجات پائے گا یا بچ جائے گا جو کہ اصلح ہو۔

بنی نوع انسان میں متعدد اقسام کے افراد کا پایا جانا مفروضہ ارتقائی مقدس بیانات کے مغائر ہے۔ مزید یہ کہ اگر انسانی معاشرہ میں موجود افراد فطری انتخاب کی وجہ سے موجود ہیں تو پھر یہ کیسا فطری انتخاب ہے کہ جس میں غیر فطری افراد زیادہ ہیں اور فطری (جو کہ مطلوب افراد ہیں) افراد کم۔ مزید یہ کہ اگر فطری چناؤ کا عمل ہی حتمی ہے تو پھر یہ "برائی" کہاں سے ٹپک پڑی۔ اگر معاشرے میں "برائی" بڑھ رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فطرت "برائی" ہی کو معیار مان رہی ہے تبھی تو برائی بڑھ رہی ہے۔ جبکہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء۔ بقائے اصلح۔ کے مطابق وہی نجات پاتا ہے جو کہ سب سے موزوں ہو۔ تو کیا فطرت کے موزوں چناو پر

سوال نہیں اٹھتا کہ فطرت ایسے افراد کو چن رہی ہے کہ جن کے اخلاق کم تر ہیں اور وہ معاشرے کے لیے دیگر افراد کے مقابلہ میں کم موزوں ہیں۔ زیادہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ "برائی" نام کی کوئی trait کو بیان کرنا نظریہ ارتقاء کے نزدیک درست ہی نہیں۔

سٹنگر ایک ایسے خدا کی تلاش میں ہے کہ جس کی موجودگی میں زمین کے اوپر شر (برائی) کے بجائے بس خیر ہی خیر ہو ۔لیکن اس پر سوال اٹھتا ہے !خیر اور شر میں فرق کس بنیاد پر کیا جائے۔ مسلم اور ملحد کے نزدیک خیر اور شر بھی محل نزاع ہیں۔ ملحد کے نزدیک زلزلہ اور سیلاب وطغیانی بھی شر ہے جبکہ بے حیائی اور پورنوگرافی ضروری نہیں کہ شر ہو۔ لہذا پہلے تو Evil کی تعریف ہونی چاہیے پھر جا کر اس پر بحث ہو سکتی ہے کہ خدا چاہتا کیا ہے اور وہ کس کا ارادہ رکھتا ہے اور انسانوں میں کون سی خصوصیات کو پسند کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ [17]

خشکی اور تری میں فساد انسان کی اپنی کمائی کی وجہ سے ہے۔

دنیا میں پیش آنے والے حادثات کی یہ توضیح بھی کی جاسکتی ہے کہ اگر کائنات کا کوئی Superintendent نہ ہوتا تو یہ حادثات مسلسل رونما ہوتے اس کے برعکس کائنات میں باقاعدگی، تسلسل اور روانی ہے ، بے ضابطگی اور فساد / افراتفری (chaos) نہیں ہے۔ خدا نہ ہوتا تو زلزلے زیادہ ہوتے، سیلاب زیادہ آتے اور نظام زندگی (اگر ممکن ہوتا) بکھر جاتا۔ اللہ تعالیٰ معاملات کائنات کو انسان کی بہتری کے لیے اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے ہیں۔ وہی زمین اور آسمان کو تھامے ہوئے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ [18]

حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾ [19]

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے وہ سب کچھ تمہارے لئے اپنے حکم سے مسخر کر رکھا ہے؟

اسی کے تسلسل میں ارشاد ہے کہ:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ
بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [20]

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا اور ان کو بنانے میں اسے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ وہ پوری قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ کیوں نہیں۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

سٹنگر کے مطابق اگر خدا ہے تو اس کے شواہد دستیاب نہیں۔ مادی دنیا میں غیر مادی ہستی کا شواہد بلاواسطہ کیوں کر مل سکتے ہیں۔ بلاواسطہ شواہد کثرت سے موجود ہیں جن کا ذکر الہامی کتابوں بالخصوص آخری کتاب قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ مثلاً:

﴿افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت﴾ [21]

﴿سنریھم ایتنا فی الافاق﴾ [22]

﴿انّ فی خلق السمٰوت و الارض﴾ [23]

یعنیٰ کہ ذات باری تعالیٰ کا شعور حاصل کرنے کے لئے مشاہدات کے تناظر کا تعین اہم ہے۔ ہر ناقابل مشاہدہ شے ناموجود نہیں ہوتی۔ اس کی بہترین مثال ڈارک انرجی اور ڈارک میٹر ہیں۔ تجرباتی علم کسی شے کا جواز فراہم نہیں کرتا بلکہ اس کی ایک ممکنہ ظنی تشریح بیان کرتا ہے۔ یعنی کہ تجرباتی دلیل، ثبوت ہونے یا نہ ہونے کا جواز نہیں بل کہ محض خود ساختہ بیان یا تشریح کی دلیل ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔ مسئلہ استقراء کے تحت ایسا ممکن نہیں۔ استقرائی مسئلہ کے تحت آفاقی اور کلی علم کا حصول ممکن نہیں[24]۔

تجرباتی ثبوت کسی 'وجود' کا تو فراہم کیا جا سکتا ہے لیکن 'عدم وجود' کا تجرباتی ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ ملحدین سے یہ سوال کیا جانا چاہئے کہ اگر مذہبی حلقے وجود خدا کا تجرباتی ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہیں تو وہ پھر خدا کے عدم وجود کا تجرباتی ثبوت پیش کریں۔ ملحدین لاادریوں کی طرح خدا کے ہونے یا نہ ہونے بارے فیصلہ معطل نہیں کئے ہوئے ہیں بلکہ دعوی کرتے ہیں کہ خدا وجود نہیں رکھتا۔ لہذا بار ثبوت ملحدین کے سر ہونا چاہیے۔

طبیعاتی کائنات میں ڈارک انرجی ایک نامعلوم قسم کی انرجی ہے جس کا کائنات کے وسیع سکیل پر اثر ہے۔ اس کا بلاواسطہ مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا۔ کائنات کے سکڑنے کے بجائے پھیلاؤ میں ڈارک انرجی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ ڈارک انرجی دراصل دفع کی قوت ہے۔ کائنات کے اسراعی پھیلاؤ کی توضیح میں ڈارک انرجی کے تصور کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ موجودہ قابل مشاہدہ کائنات میں 68 فیصد حصہ ڈارک انرجی کا ہے۔ کائنات Baryonic مادہ اور ڈارک میٹر پر مشتمل ہے جو کہ بالترتیب 5 فیصد اور 28 فیصد ہیں۔ ڈارک انرجی کی کثافت بہت کم ہے لیکن چونکہ ہماری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے اس لئے اس کا ٹوٹل کائنات میں تناسب زیادہ ہے۔ ڈارک انرجی کو آئن سٹائن نے کاسمولوجیکل کانٹسنٹ سے موسوم کیا اور اسے ویکیوم انرجی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ ڈارک انرجی کا نام ڈارک میٹر کے مقابلے میں زیادہ مفروضیاری ہے۔ یہ صرف گریوٹی سے تعامل کرتی ہے دیگر تین بنیادی طبیعی قوتوں سے اس کے تعامل کے کوئی شواہد نہیں۔ تاحال اسے لیبارٹری میں Detect نہیں کیا جا سکا۔

سٹنگر بائبل میں مرقوم 6 ایام میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کے بیان کی سائنسی بنیادوں پر تنقید کرتا ہے۔ اس کے مطابق کائنات تو بہت قدیم ہے اور بگ بینگ ماڈل کے مطابق 13.7 ارب سال پہلے کائنات کی ابتداء ہوئی۔ سیٹنجر کا یہ نقد معقول ہے۔ قرآن کریم میں بھی کائنات کی تخلیق کا دورانیہ چھ ایام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿انّ ربکم اللہ الذی خلق السمٰوت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر﴾ [25]

حقیقت یہ ہے کہ تمہارا وہی خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا اور کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔

﴿و ھو الذی خلق السمٰوت والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء﴾ [26]

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ جب کہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔

﴿الذی خلق السموٰت والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش الرحمٰن﴾[27]

وہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمان اور ان ساری چیزوں کو بنا کر رکھ دیا جو ان کے درمیان ہیں، پھر آپ ہی عرش پہ جلوہ فرما ہوا۔

﴿قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ اندادا ذلک رب العلمین وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبرک فیہا وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین فقضہن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرہا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم﴾[28]

قرآن کریم میں مذکور ایام زمینی ایام سے محض یوم ہونے کی بناء پر مشابہت کے حامل ہیں دورانیہ کے لحاظ سے نہیں۔ عربی لغت میں یوم سے مراد ایک خاص دورانیہ لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

﴿یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون﴾[29]

وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس کی روداد اس کے حضور کی جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔

تعرج الملائکۃ والروح إلیہ في یوم کان مقدارہ خمسین ألف سنۃ[30]

اسلامی نقطہ نظر کا سائنسی اعداد و شمار سے کوئی بعد نہیں۔ لہذا سٹنگر کا متذکرہ بیان اسلامی لٹریچر سے عدم واقفیت کی غمازی کرتا ہے۔

سیٹنجر کا کہنا ہے کہ سائنس طبیعاتی فطرتیت کو اختیار کرتی ہے اگرچہ وہ فوق الفطرت (مابعد الطبیعاتی فطریت یا طبیعیات) کا بالکل انکار نہیں کرتی۔ سائنس اس کی جانچ کرتی ہے جس کی جانچ کی جاسکتی ہو۔ اس کے مطابق

We now have considerable empirical data and highly successful scientific models that bear on the question of God's existence. The time has come to examine what those data and models tell us about the validity of the God hypothesis.[31]

سٹنگر کے مطابق سائنسدانوں کے پاس وافر مقدار میں تجرباتی ڈیٹا موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے وجود کا سائنسی مفروضہ کی بنیاد پر مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ سٹنگر کے نزدیک مختلف مذاہب میں خدا کا تصور مختلف ہے مزید یہ کہ ایک مذہب کے اندر مختلف فرقوں کا خدا کا تصور بھی مختلف ہے۔ جب کہ خدا کے ایک سے زیادہ تصورات سے اس کی وجود کی نفی نہیں ہو جاتی بل کہ یہ خدا کے وجود کی دلالت ہے۔ کسی بھی شے کے بارے میں متعدد تناظر کی موجودگی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ شے اصل میں وجود رکھتی ہے۔ مرورِ ایام کے ساتھ اس کے فہم میں Corruption یا Distortion کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر وجود میں آجاتے ہیں۔ آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے مہبط وحی بھی تھے۔ بعد ازاں نسل انسانی

میں شرک اور خدانے ذاری کا عنصر غالب آیا۔ ایسا اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کو آزاد ارادہ کے عطا کرنے کی وجہ سے ہوا۔ خدا کی صفات کا تعین سائنس نہیں کر سکتی بل کہ مذہب ہی تعین کرے گا۔ ایک طرح سے سٹنگر کا نقد بجا ہے کہ ایک سے زائد تصور خدا، خدا پر عقیدہ میں مانع ہیں۔ انبیائے کرام کی آمد کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ صحیح راستہ سے بچھڑے ہوئے لوگوں کو واپس دین حنیف کی طرف لاتے ہیں اور انہیں توحید کی تلقین کرتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے خدا کی ذات اور صفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور خدا اپنی ذات کے لحاظ سے مخلوق سے جدا اور ماوراء ہے جب کہ اس کی دسترس انسان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور وہ دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ[32]

اللہ تعالی آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

سٹنگر کے مطابق چونکہ خدا کے بارے یہ تصور عام ہے کہ وہ کائنات کے رواں رہنے اور انسانی زندگی کے معاملات میں مرکزی کردار کا حامل ہے لہٰذا خدا سائنسی طریقے کے ذریعے Detectable ہونا چاہئے۔ اس کے مطابق خدا کا دنیاوی زندگی میں کردار اس کا متقاضی ہے کہ اسے دنیاوی طریقہ تفتیش سے ہی قابل دریافت ہونا چاہئے۔ سٹنگر کے نزدیک دستیاب سائنسی ماڈلز (قوانین) میں کسی بھی مشاہدہ کے اجزاء کے طور پر خدا کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لہٰذا سٹنگر کے مطابق

> Thus, if God exists, he must appear somewhere within the gaps or errors of scientific model.[33]

سٹنگر کا کہا درست مان لینے سے بھی خدا کے وجود کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ یقیناً سائنسی طریقہ کار یا منہج تحقیق میں ایک گیپ ہے۔ سائنسی طریقہ کار محسوس دنیا سے متعلق مشاہدات کے ذریعے حاضر کے بارے میں معلومات اور نظریات دے سکتا ہے اور اس طرح اس کا تعلق طبیعی دنیا میں رواں قوانین کی بازیافت ہے یا ان اصولوں کی دریافت ہے جن پر کائنات کے جملہ معاملات کاربند ہیں۔ سائنس جب اپنے دائرہ سے نکل کر اٹکل پچو سے کام چلائے یا پھر غائب کے بارے میں آراء قائم کرے گی تو ایسا کرنا اس کی اعتباریت میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ سٹنگر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ چونکہ سائنس ہر شے کی تشریح نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس بات کی مجاز ہے لہٰذا ہر دور میں مشاہدات اور نظریات کے درمیان Gap کو خدا کے تصور کے ذریعے پُر کیا جاتا رہا ہے۔

ماضی بعید میں سائنس کی اصطلاح رواج پزیر نہ تھی اور نیچرل فلاسفی کے روپ میں سائنسی تحقیق عمل میں لائی جاتی تھی۔ سٹنگر کے مطابق ماضی میں مختلف مظاہر فطرت کے بیان میں دستیاب سائنسی معلومات کی کمی کی وجہ سے ان کی تشریح کے لئے خدا کو بیچ میں لایا جاتا تھا۔ ایسا درست نہیں۔ مذہبی فکر کا حامل اس وقت بھی مظاہر کی توضیح میں خدا کے کردار کو فراموش نہیں کرتا تھا۔ سورج گرہن کی مثال لیں۔ اگر حضرت انسان یہ جان گیا کہ ایسا مظہر سورج، چاند اور زمین کا ایک ہی سیدھ میں آجانے کی وجہ سے ہوتا ہے، تو اس سے خدا کی نفی کیوں کر لازم ہو جاتی ہے۔ یہ تو انسانی معلومات میں اضافہ ہے۔ انسان اس مظہر کی وجہ سے پہلے زیادہ مبہوت ہوتا تھا اب بھی اس کی حیرت میں کوئی کمی نہیں ہوتی بل کہ وہ اس نظم اور باقاعدگی کی بناء پر کائنات کو بامقصد تخلیق گردانتا ہے کہ کائنات کی روانی میں چند ایسے قوانین کارفرما ہیں جن کی تنفیذ کسی خارجی ہستی کی رہین منت ہے۔ اس کے مطابق اگر کسی

طبیعی مظہر کی فطری قوانین کے تحت تشریح ہو سکتی ہو تو وہاں خدا کی مداخلت کو بیان کرنا سرے سے ہی لایعنی ہے۔ یعنی قوانین کی جان کاری ان قوانین کے وضع کرنے والے کی عدم وجود پر محمول کرتی ہے۔ سٹنگر کا یہ بیان سائنسی میدان سے باہر نکل کر فلسفہ کی وادی میں قدم رکھتے ہوئے ایسا دعوی کرنے کے برابر ہے جس کا وہ مجاز ہی نہیں چوں کہ وہ پہلے کہہ چکا ہے کہ سائنس کا تعلق قابل مشاہدہ مظاہر سے ہے تو نا قابل مشاہدہ خدا کا انکار سائنس کے زمرہ میں کیوں کر آسکتا ہے؟[34]

سائنس فلسفہ اور مذہب میں فطرت کے بارے میں مختلف مفاہیم اور نظریات بیان کیے جاتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے فطرت سے مراد حق کو قبول کرنے کا میلان ہے یا پھر کائناتی حقیقت کا ادراک ہے۔ اس سے کائنات کے Norms بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ یعنی کائنات کیسے رواں دواں ہے، اس کا روز مرہ کیسا ہے، یہ کیسے بی ہیو کرتی ہے۔۔ فطرت اللہ تعالیٰ کے حکم سے generate ہوتی ہے اور فطرت کے بر قرار رکھنے میں فطری قوانین روبہ عمل ہیں۔ فلسفہ میں فطرت حسی اور روحانی دو طرح کی مفاہیم رکھتی ہے۔ مادہ پرستانہ فلسفہ میں فطرت محض مادی دنیا تک محدود ہے۔ اور اس سے متعلقہ نظریات تجربیت منطقی اثباتیت اور سائنس پرستی (Scientism) وغیرہ شامل ہیں۔

فلسفہ میں فطرت کا پہلو Deterministic ہے۔ جب کہ اسلام میں فطرت حکم الٰہی کی پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل جب چاہیں تو فطری قوانین میں "الوہی منصوبہ" کے تحت مداخلت کر کے تغیر لا سکتے ہیں اور یہی معجزات ہیں۔ بظاہر فطری قوانین کا تعطل کسی بڑے قانون کے تحت عمل میں لایا جاتا ہے جسے سائنس اپنی محدود اپروچ کی وجہ سے سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے اور اس "فطری تغیر" کو خلاف فطرت قرار دے کر خلاف عقل ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتی ہے۔ حالاں کہ خلاف فطرت ہونا خلاف عقل نہیں بل کہ ماورائے عقل ہے اور ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اللہ عزوجل کائنات میں ہمہ وقت مداخلت کر رہے ہیں اور ان کی دنیا سے تعلق میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾[35]

وہی ہے خدا کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا اسی کے علم میں جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو جو کام بھی تم کرتے ہو وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالی کلیات کے ساتھ جزئیات کا علم بھی رکھتا ہے۔ اس کی معیت انسان کے ساتھ ہے اور ہمہ وقت ساری مخلوق اس کے مشاہدے میں ہے وہ کائنات سے لاتعلق نہیں ہے۔ یعنی جب کچھ نہ تھا وہ تھا اور جب کچھ نہ ہو گا وہی ہو گا۔ وہ سب ظاہروں سے بڑھ کر ظاہر ہے۔ بلاشبہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے نا قابل مشاہدہ ہے لیکن اپنی صفات کے اثرات کو کائنات میں پھیلائے ہوئے ہے بس اس کے لئے بصیرت والا مشاہدہ کا ہونا لازم ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ظہور ہے اسی کی صفات اور اسی کے افعال اور اسی کے نور کی

وجہ سے ہے۔ وہ ہر مخفی شے سے بڑھ کر مخفی ہے، کیوں کہ حواس کا اس کی ذات کو محسوس کرنا تو در کنار عقل و فکر و خیال تک اس کی کنہ اور حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے۔

سٹنگر نیچرل سے مادی اور سپر نیچرل سے غیر مادی مراد لیتا ہے۔ اس کے نزدیک سپر نیچرل محض اپنی تعریف کی بناء پر سائنس کے دائرہ تفتیش سے جدا نہیں ہو جاتا۔[36] سٹنگر کے نزدیک مادہ سے مراد وہ شے ہے جس کی تجرباتی طور پر جانچ ہو سکے اور مادی پراسز کوئی قابل تغلیط ہونا چاہیے۔ اپنے تحقیقی منہج کو تقویت دینے کے لیے سٹنگر کے مطابق سائنس طریقیاتی فطرتیت Methodological Naturalism کے تحت مفروضات بناتی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سائنس کی تفتیش صرف دنیاوی معروضی مشاہدات پر مبنی ہوتی ہے (اس میں شاہد کے داخلی میلانات اور رجحانات کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے) اور ہر مظہر کے فطری بیان کو ہی تسلیم کرتی ہے۔ سٹنگر یہاں فطری بمعنی مادی لیتا ہے[37]۔

مذہبی حلقوں میں یہ بات عمومی طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ سائنس فوق الفطرت کا مطالعہ نہیں کر سکتی۔ سٹنگر اس کو لایعنی قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس وہ اس بات کا موید ہے کہ سائنس فوق الفطرت معاملات / امور کا مطالعہ کر سکتی ہے۔[38] اس سلسلہ میں وہ منہجیاتی فطرت پرستی اور مابعد الطبیعاتی فطرت پرستی میں فرق کرتا ہے۔

The self imposed convection of science that limits inquiry to objective observations of the world and generally seeks natural accounts for all phenomena is called methodological naturalism. Methodological naturalism is often conflated with metaphysical naturalism, which assumes that reality itself is purely natural, that is, composed solely on material object. [39]

سٹنگر کے مطابق مذہبی سائنسدانوں کی جانب سے خدا کے وجود کے بارے بیان کردہ دلائل کا تعلق سائنس کے نامکمل ہونے کے ساتھ اس بات سے بھی گردانا جاتا ہے کہ سائنسدانوں نے ان گیپس کی نشاندہی بھی کر دی ہے جن کو ایک فطرت سے ہٹ کر موجود ہستی کے تصور سے ہی بھرا جا سکتا ہے۔[40] ان کے نزدیک سائنس چند مظاہر کی کسی صورت تشریح نہیں کر سکے گی۔ مثلاً یہ کہ زندگی کی پیچیدگیوں کی محض مادہ کی سطح پر تخفیف نہیں کی جا سکتی۔ مزید یہ کہ قوانین طبیعات اور طبیعی مساواتوں میں آنے والے Constants اس طرح سے فائن ٹیونڈ ہیں کہ وہ محض فطری عمل کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ جب کہ کائنات اور قوانین طبیعات کی عدم سے ابتداء کسی فوق الفطرت ہستی کی مداخلت کے بغیر خود بخود نہیں ہو سکتی۔

دعویٰ جات کے ثبوت کا بار مذہبی طبقہ پر ڈالتے ہوئے سٹنگر کا کہنا ہے کہ دعوی جات کی اعتباریت یا ساکھ کو جانچنے کے لئے ہمیں بار ثبوت کے سلسلہ میں احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ چونکہ مذہبی بیانات کے مطابق چند مظاہر ایسے ہیں کہ جن کی تشریح صرف سائنسی بنیادوں پر نہیں کی جا سکتی۔ اس کے مطابق اگر کوئی ایسا سائنسی ماڈل دریافت ہو جاتا ہے جو کہ دستیاب سائنسی علم سے مکمل طور پر استواری کا حامل ہو تو پھر مذہب کے دعوی جات ناکام قرار پائیں گے۔ ایسا ماڈل تصدیق طلب نہیں ہو گا بل کہ اتنا کافی ہو گا کہ وہ غیر صحیح یا فاسد نہیں ہے۔ اسی تسلسل میں اس کا کہنا ہے کہ

If we can find plausible ways in which all the existing gaps in scientific knowledge one day may be filled, then the scientific argument for the existence of God fail[41]

یہاں سٹنگر کا کہنا ہے کہ: اگر ہم ایسا طریقہ معلوم کر لیں کہ جس کے ذریعے سائنسی علم میں موجود Gap کو پر کیا جا سکتا ہو تو پھر خدا کے وجود کی دلیل کی نفی کی جا سکتی ہے یا وہ دلیل ناکام تصور ہو گی۔ دراصل یہ سٹنگر کا یک طرفہ تعصب پر مبنی اخذ کردہ نتیجہ ہے۔ وہ دعویٰ جات کے ثبوت کا بار صرف مذہب پر ڈالتا ہے۔ جب کہ بار ثبوت کے لئے مذہبی دعویٰ جات ہی کیوں؟ خدا کے وجود کی بابت عقیدہ انسانوں میں روز اول سے چلا آرہا ہے۔ نفی وجود باری تعالیٰ کا دعویٰ بعد کی بدعت ہے۔ لہٰذا بدعت کے ثبوت کے لئے غیر بدعتی گروہ کو مخاطب کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بل کہ انکار خدا کا ثبوت، ملحدین کی جانب سے پیش کرنا چاہیئے۔ کائنات کی ہر شے نے حقیقت کا اقرار کیا ہے کہ اس کا خالق و پروردگار ہر عیب اور نقص، کمزوری و خطا سے پاک ہے۔ اس کی صفات پاک ہیں۔ اس کے افعال کج روی سے مبرا ہیں۔ اس کے تکوینی و تشریعی احکام سراسر پاک اور منزہ من العیوب ہیں، کوئی Gap نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾[42]

اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو زمین اور آسمان میں ہے۔ اور وہ زبردست اور دانا ہے۔

اللہ تعالیٰ العزیز اور الحکیم بھی ہے۔ العزیز ان معنوں میں کہ اس کے وضع کردہ تکوینی قوانین سے کوئی مخلوق سرموانحراف نہیں کر سکتی اور اس کے وضع کردہ قوانین عین حکمت کے تحت رواں دواں ہیں۔ کائنات ہستی کے جملہ امور و معاملات کی بجا آوری کے لئے ایک نہایت حکمت والا اور زبردست ہستی کا ہونا لازم ہے و گرنہ اس وسیع و بسیط کائنات کے نظام نے درہم برہم ہو جانا تھا۔ عزیز سے مراد ایسا زبردست اور قادر و قاہر ہے کہ جس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ جس کی مذاحمت کسی کے بس میں نہیں ہے۔ جس کی اطاعت ہر جان دار و بے جان کو کرنی پڑتی ہے۔ حکیم سے مراد یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے حکمت و دانائی سے کرتا ہے۔ اس کی تخلیق تدبیر کار فرماں روائی احکام اور اس کی ہدایات سب کی سب حکمت پر مبنی ہیں۔[43]

اس مضمون کی چند آیات بذیل ہیں:

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[44]

زمین و آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾[45]

وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ[46]

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ[47]

سائنس کا خدا کے وجود کے بارے میں عدم شواہد کی فراہمی کے معاملہ کا جائزہ بنیادی مقصد قرار دیتے ہوئے اس کا کہنا ہے کہ

My primary concern here will be evaluate the less familiar arguments in which science provide evidence against the existence of God [48]

مفروضہ کی جانچ کا سائنسی طریقہ اختیار کرنے کا عندیہ دیتے ہوئے وہ خدا کے وجود کو سائنسی مفروضہ کے طور پر لیتا ہے۔اور اس کا کہنا ہے کہ مفروضہ کی جانچ کے لئے معروضی مشاہدات پر انحصار کیا جائے گا۔اور خدا کی صفات کے ٹسٹ کے لئے ایمپیریکل ماڈلز سے استفادہ کیا جائے گا۔یعنی خدا اگر مخصوص صفات کے ساتھ وجود رکھتا ہے تو اس کی صفات سے متعلق مختلف مظاہر قابل مشاہدہ ہونے چاہیں۔کسی ایک خاص ٹسٹ میں ناکامی اس خاص ماڈل کی ناکامی متصور ہو گی۔اس سلسلہ میں سٹنگر کا کہنا ہے کہ:

Generally Speaking, when we have no evidence or other reason for believing in some entity, then we can be pertly sure that entity does not exist.We have no evidence or other reason for believing in God Then we can pretty sure that God does not exist. [49]

یعنی شواہد کی عدم دستیابی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ شے وجود ہی نہیں رکھتی۔ طبیعی وجود کا تجرباتی ثبوت تو پیش کیا جاسکتا ہے مگر عدم وجود کا تجرباتی ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکتا۔ فی الوقت اگر مذہبی حلقے خدا کا تجرباتی ثبوت یا گواہی پیش نہیں کر سکے تو ملحدین کو اپنے دعوے کے حق میں 'عدم وجود خدا' کا تجرباتی ثبوت پیش کرنا چاہیے۔ملحدین لاادریوں کی مانند خدا کے وجود اور عدم وجود دبابت اپنا فیصلہ معطل نہیں کئے ہوئے۔لہذا انہیں عدم وجود خدا کا تجرباتی ثبوت پیش کرنا چاہئیے۔ہر دعوی کا ثبوت تجرباتی یا حسی ہونا لازم نہیں ہے۔ یہ سائنسی شدت پسندی ہے۔ثبوت حسی ہونے کے علاوہ عقلی اور نقلی بھی ہو سکتے ہیں۔ کسی دیئے گئے گراف میں Extrapolation کر کے نتائج کا حصول کا کوئی تجرباتی گواہی نہیں ہوتی، پھر بھی محققین ان نتائج کو معتبر خیال کرتے ہیں۔سٹنگر کا کہنا ہے کہ:

Many theologians and theistic scientists claim that evidence has been found for the existence of the Judeo- Christian-Islamic God or, at least, some being with supernatural powers. However, they cannot deny that their evidence is not sufficiently convincing to satisfy the majority of scientists. Indeed, as we saw in the preface, the overwhelming majority of prominent American scientists has concluded that God does not exist.[50]

یعنی کہ بہت سے مذہبی عالم اور مذہبی سائنسدان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا کے موجود ہونے کے شواہد مل چکے ہیں جب کہ مذہبی طبقے کی جانب سے بیان کردہ شواہد سائنسدانوں کی اکثریت کو قائل نہیں کر سکتی۔ اور امریکہ کے سائنسدانوں کی اکثریت نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں خدا موجود نہیں ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو پانے کا معیار اور پیمانہ کیا ہے؟ سائنسدان کو قائل کرنے سے مراد سائنسی منہج کے تحت شواہد کی فراہمی ہے۔ یہ کون طے کرے گا کہ حقیقت کا وجود کس

منہج کے ذریعے ثابت ہو گا۔ ایسا اگر سائنسدان طے کریں گے تو آج جو اشیاء سائنس کی دسترس میں نہیں ہیں تو ان کو کل کلاں کس قانون کے تحت (بصورت قابل مشاہدہ) تسلیم کیا جائے گا۔ آج سے 100 سال قبل کوارکس یا نیوٹرنیوز کے بارے میں سائنس خاموش تھی۔ بعد ازاں انکی کھوج لگنے پر ان کے وجود کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ مادی کائنات میں بھی ایسی دنیائیں موجود ہیں جن کے بارے میں سائنس اندازے سے کام لیتی ہے لیکن ان کے مجہول ہونے کے باوجود ان کا انکار نہیں کرتی۔ ڈارک میٹر اور ڈارک انرجی کے وجود پر جدید آسٹروفزیسٹس اور کاسمالوجسٹس تقریباً اجماع کر چکے ہیں لیکن کسی کو ابھی تک ان دونوں کے باقاعدہ بلاواسطہ شواہد حاصل نہیں ہوئے۔ یہ کیا ہے؟ یہ دراصل موجود کے مطالعہ سے غیر موجود کے بارے میں قیاس آرائی ہے۔

کہکشاؤں کی کشش سے سائنسدانوں نے یہ قیاس کیا کہ قابل مشاہدہ 'مادہ توانائی' اصل 'مادہ توانائی' کی مقدار سے بہت کم ہے۔ کائنات میں تجاذبی قوت کی موجودگی کے باوجود کائناتی مادہ ایک دوسرے کی طرف کھینچے جانے کے بجائے پھیلاؤ دیکھنے میں آیا ہے۔ اس پھیلاؤ کی توجیہ ڈارک انرجی کے ذریعے کی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر Existence کو Observe نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ یہ ہے کہ ہر Existence قابل مشاہدہ ضرور ہے۔ یہ مشاہدہ کی نوعیت پر منحصر ہے کہ مشاہدہ کون سی حس کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ مثلاً کسی شے کا ذائقہ دیکھنے کی حس سے نہیں جانا جا سکتا یا کسی شے کا رنگ سماعت کی حس سے پہچاننا ممکن ہے۔ اللہ عزوجل کا مشاہدہ کرنے کے لیے درکار حس کا تعین کون کرے گا؟ یہ قابل بحث ہے۔ قرآن کریم انفس و آفاق سے مثالیں دے کر اس کے خالق کے عرفان کی دعوت دیتا ہے۔ انبیائے کرام نے جب بھی خدا کے وجود بابت دلائل دیئے تو کائناتی مظاہر کو بنیاد بنایا۔

سٹنگر کہتا ہے کہ اگر خدا ہے تو وہ ہے کہاں؟ 'خدا کہاں پہ ہے' کی بابت فلسفہ اور سائنس جواب دینے سے قاصر ہیں۔ چوں کہ مروجہ سائنسی منہج تحقیق کے ذریعے خدا کا مشاہدہ ہی ممکن نہیں لہٰذا سائنس یہاں پر جا کر خاموش ہو جاتی ہے کہ آیا کوئی ماوراء مادہ ہستی ہے کہ نہیں۔ سائنس کی تفتیش مادہ اور توانائی کے ارد گرد ہے۔ لہٰذا سائنس میں غیر مادی اشیاء کے بارے میں بحث کرنا ہی غیر موزوں ہے۔ وہ فطری مظاہر جن کی سائنسی نقطہ نظر سے تشریح نہیں کی جا سکتی، ان کو فلسفہ اور مذہب کی عینک سے دیکھا جاتا ہے۔

فلسفہ دانش کے استعمال کا ایک بڑا میدان ہے۔ فلسفہ کے ذریعے اولین سبب کائنات یا مسبب الاسباب یا uncaused cause تک کے ادراک تک کی اڑان بھری جا سکتی ہے لیکن یہ معلوم کرنا کہ مسبب الاسباب ہستی کے اوصاف کیا ہیں؟ کائنات کی ابتداء و پیدائش کے مقاصد کیا ہیں؟ خدا کا ہم سے تقاضا کیا ہے؟ خدا کہاں ہے؟ کیا اس کے لئے جہت کا تعین کیا جا سکتا ہے؟ وغیرہ کے جواب فلسفوں کے پاس بھی نہیں۔ اسی لیے وجود باری تعالیٰ کے اقرار کے باوصف فلسفیوں کے درمیان بہت زیادہ اختلاف واقع ہوئے ہیں نیز فلسفیانہ طریقے سے یہ بھی معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ خالق کا اپنی مخلوق سے تقاضا کیا ہے اور وہ کیسے مخلوق کے معاملات میں دخل انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا سٹنگر کے سوال 'اگر خدا ہے تو وہ ہے کہاں؟' کا جواب مذہب ہی دے گا۔ انسان خدا کا ادراک نہیں کر سکتا بلکہ یہ خدا ہے جو ساری مخلوق کا ایک ہی وقت میں ادراک کیئے ہوئے ہے۔ انبیائے کرام نے بڑی صاف ستھرے انداز میں خالق کا تعارف کروایا ہے جیسا کہ سورۃ اخلاص میں ارشاد باری ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ* اَللّٰهُ الصَّمَدُ* لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ* وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ*﴾ [51]

اللہ ایک ہے ایک سے زائد Deities نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر انحصار نہیں کرتا۔ وہ زمانے کے تسلسل کی بناء پر یہ کسی دیگر سبب کی بناء پر وجود کا حامل نہیں ہے اور نہ ہی اس سے دیگر اسباب کا آغاز ہوا۔ کوئی اسکا ہم سر نہیں ہے۔ فلسفیانہ بیانات کے مطابق خدا اس کائنات کا سبب ہے۔ مگر سبب اور اثر دونوں Homogeneous ہوتے ہیں۔ خدا ان معنوں میں کائنات کا سبب نہیں ہے کہ وہ کائنات کو اپنی ذات کے ذریعے عدم سے وجود میں لانے کا باعث بنا بل کہ اس نے اپنے حکم کے ذریعے کائنات کو عدم سے وجود بخشا۔ اگر اسے وجہ آغاز کائنات کی بناء پہ سبب کہا جائے تو ایسا درست معلوم ہوتا ہے۔

سٹنگر اپنے دعویٰ کو مضبوط بنانے کے لئے تھیوڈور ڈرینگ Theodore Drange کی دلیل کا سہارا لیتا ہے[52]۔ ڈرینگ اپنی دلیل کو Lack of Evidence Argument کا نام دیتا ہے جس کے مطابق

1. یہ کہ ممکنہ طور پر اگر خدا موجود ہے تو اس کے وجود کے اچھے معروضی شواہد ہونے چاہئیں۔
2. لیکن اس کے وجود بارے مناسب معروضی شواہد دستیاب نہیں ہیں۔
3. لہٰذا ممکنہ طور پر خدا وجود نہیں رکھتا۔

ڈرینگ اپنے دعوی پر تنقید کرتا ہے کہ ممکن ہے خدا اپنی معروضی گواہی نہ دینا چاہتا ہو اور اپنی ذات کے بارے میں چند خاص لوگوں کو عرفان دینا چاہتا ہو (اور یہ جواب دعوی درست معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زائد انبیائے کرام کو اپنی معرفت عطا کی اور انہیں یقین تھا کہ خدا موجود ہے اور کائنات ہستی کو چلا رہا ہے)۔ وہ کہتا ہے کہ اس صورت میں وہ ایک محبت کرنے والی ذات قرار نہیں پائے گی۔ تو کیا ایک فلسفی کو یہ طے کرنے کا اختیار ہے کہ خدا کی صفات کون سی ہونی چاہیں؟ اور کیا ہر ایک کو اپنی ذات کی معرفت عطا نہ کرنے سے وہ محبت سے عاری کہلانے کے قابل ہے؟ اس کے مطابق لامذہبیوں کا وجود اس بات کا عکاس ہے کہ خدا موجود نہیں اگر خدا ہوتا تو لامذہبی نہ ہوتے۔ اس کے برعکس کے معاملہ بارے سٹنگر خاموش ہے۔ جس طرح چند لامذہبیوں کا وجود (بقول شخصے) عدم وجود باری تعالیٰ کو لازم قرار دیتا ہے، بعینہ متعدد مذہبوں کا وجود لازماً وجود باری تعالیٰ کی غمازی کرنا چاہئے۔ دراصل سٹنگر اور دیگر ملحد فلسفی و سائنسدان ایک مفروضہ کو لے کر اس پر عمارت کھڑی کر دیتے ہیں اور اسی مفروضہ کا ضد مفروضہ لینا گوارہ نہیں کرتے۔

غیر مسلم یا لادین فلسفیوں اور سائنسدانوں کا وجود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ خدا محبت کرنے والا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ ہدایت کی طرف آئیں اور اس سلسلہ میں جملہ مخلوقات اس کی نظر میں برابر ہیں۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ بہبود اور محبت سے عاری ہوتا تو کائنات میں کسی بھی لادین مذہب گریز اور مشرک دکھائی نہ دیتے۔ ہر طرف بس مومنین ہی مومنین ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو یہ فریضہ سونپا ہے کہ وہ حکمت اچھی گفتگو اور اچھے اعمال کے ذریعے اللہ کے راستے کی طرف دعوت دیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ [53]

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ہر دو راستوں کے بارے مطلع کر دیا ہے، الہام کر دیا ہے، ہدایت دے دی ہے اور حق کی طرف دعوت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ [54]

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا﴾ [55]

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا﴾ [56]

سٹنگر کے مطابق خدا کا اپنے آپ کو مخلوق سے پوشیدہ رکھنا بھی اس کی تنقیص کے زمرے میں آتا ہے۔[57] مزید یہ کہ برائی کے مسئلہ کی وجہ سے خدا کے مہربان، مقتدر اور ہر وقت ناظر ہونے کی صفات پر بھی سوال اٹھتا ہے۔ اس کے مطابق خدا کائنات میں ہمہ وقت مصروف عمل ہے اور وہ لوگوں کے معاملات میں دخیل ہے لہٰذا ہمارے کان اور ہماری آنکھیں یا ہمارے انتہائی حساس سائنسی آلہ جات کو لازمی طور پر اس کی نشانیوں کے معروضی شواہد ملنے چاہیں۔[58]

خدا کے وجود کے بلاواسطہ شواہد موجود ہیں لیکن انسان ان سے خود بے خبر رہنا چاہے تو پھر ان جیسوں کے لیے یہ آیت صادق آتی ہے کہ:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ[59]

اور البتہ تحقیق پیدا کیئے ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے۔ اور ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے سمجھتے نہیں اور ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دل / دماغ، آنکھیں، کان وغیرہ عطا کر رکھے لیکن وہ ان صلاحیتوں سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکے اور نہ ہی اٹھانے پر تیار ہیں۔ لہٰذا اضافی آلہ جات کی ضرورت نہیں بلکہ کائنات میں غور و فکر سے ہی ذات باری تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو سکتا ہے۔ بصیرت کی بنیاد پر کائنات میں غور و فکر کرنے والوں کی بابت ارشاد ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ * اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ * اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ *﴾ [60]

زمین اور آسمان کا مالک اللہ ہے اور اس کی ذات سب پر حاوی ہے۔ بے شک زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں رات اور دن کے باری باری آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور و فکر

کرتے ہیں۔ وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں: پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

یعنی ان نشانیوں سے ہر شخص با آسانی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ خدا سے غافل نہ ہو اور آثار کائنات کو جانوروں کی طرح نہ دیکھے بلکہ غور و فکر کے ساتھ مشاہدہ کرے۔ مزید یہ کہ جب وہ نظام کائنات کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت ان پر کھل جاتی ہے کہ یہ سراسر ایک حکیمانہ نظام ہے۔ اور یہ بات سراسر حکمت کے خلاف ہے کہ جس مخلوق میں اللہ تعالی نے اخلاقی حس پیدا کی ہو، جسے تصرف کے اختیارات دیئے ہوں، جسے عقل و تمیز عطا کی ہو، اس سے اس کی حیات دنیا کے اعمال پر باز پرس نہ ہو۔ سٹنگر کے مطابق خدا کا مافوق الفطرت مفروضہ مسلّمہ سائنسی طریقہ کار کے ذریعے testable, verifiable اور falsifiable ہے۔

وہ خدا کے ہمدرد ہونے کی صفت کا انکاری ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ

An all virtuous being cannot exist. [61]

اس کے نزدیک خدا (بمطابق تعریف) جس سے بڑی ہستی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، کے اوصاف میں عظمت و فضیلت لازمی طور پر شامل ہے۔ لہٰذا خدا سے زیادہ قابل فضیلت والا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ ہمدرد ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ درد اور خوف سے مبّرا ہو۔ پرہیز گار ہستی کے لئے درد کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ اگر خدا virtuous ہے تو اسے لازمی درد برداشت کرنا یا قابل تباہی ہونا چاہیے۔ جبکہ خدا نہ تو Suffering ہے اور نہ ہی destroyable ہے۔ لہٰذا خدا نہیں ہے۔ سٹنگر کا یہ سارا صغری کبریٰ مغالطہ پر مبنی ہے۔ مذہب کے مطابق خدا کی صفات بھی بیان کردہ ہیں۔ خدا "الصّمد" ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ خود ہی خدا کی (مزموعہ) صفات کا تعین کر کے ان صفات کی تغلیط کر کے نفی خدا کا مفروضہ ثابت کیا گیا ہے۔ یعنی خود ہی خدا کو مزعومہ صفات سے متصف کر کے بعد ازاں ان صفات کی سائنسی تغلیط کرنا۔

سٹنگر کے مطابق خدا کو تسلیم کرنے اور ساتھ برائی کو بھی تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی صفات برائی کی موجودگی سے consistent ہیں۔ جب کہ خدا کی صفات برائی سے استوارگی کی حامل نہیں۔ لہٰذا خدا نہیں ہے۔ برائی اصل میں اضافت کی حامل ہے۔ انسانی تناظر میں ایک شے برائی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ بذاتہ برائی نہ ہو۔ زمین میں پھیلے ہوئے فساد کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[62]

خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے تاکہ مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آ جائیں۔

سٹنگر کے مطابق اگر خدا ہے تو اسے کامل ہونا چاہئیے اور خدا ہونے کی وجہ سے اس کائنات کا خالق بھی ہونا چاہیے۔ اگر ہستی تعالیٰ کامل ہے تو اس کی تخلیق بھی کامل ہونی چاہیے۔ چونکہ کائنات کامل نہیں ہے، لہٰذا ایک کامل ہستی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ

وہ کائنات کی خالق ہو۔ لہٰذا خدا کے لیے ناممکن ہے کہ وہ وجود رکھتا ہو۔ اس طرح کے دلائل کے ذریعے سٹنگر سمجھتا ہے کہ اس نے انکار باری تعالیٰ کے سلسلہ میں براھین قاطع بیان کر دیئے ہیں، یہ محض جھوٹی تمنائیں ہیں۔ جب خدا ایک مفروضہ ہی نہیں تو اس پر مزید ساری بحث عبث ہے۔

اللہ عزوجل ان تمام نقائص سے مبّرا ہے جو ملحدین اور دین گریز اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ خدا کا کامل اور اکمل ہونا بہر صورت اسلامی نقطہ نظر سے صریح طور پر درست بیان ہے۔ ایک کامل اور اکمل خدا ہی کائنات کا خالق اور اس کا رب ہے۔ عدم سے وجود بخشنے والا اور صفات عالیہ سے متصف۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اللہ خالق کل شیء و ھو علی کل شیء وکیل﴾[63]

﴿الذي خلقك فسوىك فعدلك﴾[64]

﴿الذین یذکرون اللہ قیما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون في خلق السموت و الارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحنك فقنا عذاب النار﴾[65]

﴿قل من رب السموت و الارض قل اللہ قل افاتخذتم من دونه اولیاء لا یملکون لانفسھم نفعا و لا ضرا قل ھل یستوي الاعمی و البصیر ام ھل تستوي الظلمت و النور ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقه فتشابه الخلق علیھم قل اللہ خالق کل شیء و ھو الواحد القھار﴾[66]

﴿ما خلقنا السموت و الارض و ما بینھما الا بالحق و اجل مسمی و الذین کفروا عما انذروا معرضون﴾[67]

﴿او لم یروا ان اللہ الذي خلق السموت و الارض و لم یعي بخلقھن بقدر علی ان یحي الموتی بلی انه علی کل شيء قدیر﴾[68]

﴿ھو اللہ الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنی یسبح له ما في السموت و الارض و ھو العزیز الحکیم﴾[69]

الذي خلق سبع سماوات طباقا ما تری في خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر ھل تری من فطور[70]

سٹنگر کا کہنا ہے کہ اگر خدا موجود ہے اور ماوراء دنیا بھی ہے (یعنی خدا ماوراء طبیعات بھی ہے اور ہمہ جا حاضر ہے) تو یہ دونوں حالتیں بیک وقت ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر وہ ماوراء طبیعات ہے تو اس صورت ہر جگہ موجود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ ہر جگہ موجود ہے تو وہ ماوراء طبیعات نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا خدا ہے ہی نہیں۔ یہ تمام دعویٰ جات صفات باری تعالیٰ سے عدم واقفیت پر مبنی ہیں۔ دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ عزوجل اپنی مخلوق سے علاحدہ ہیں۔ خالق اور مخلوق کہیں وجودی لحاظ سے co_exist نہیں کر رہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کائنات میں ایسے سرائیت Permeate کیے ہوئے ہیں کہ جس طرح ہوا سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معیت اس کی قدرت اور طاقت کے معنوں میں ہے۔ ایسا نہیں کہ خالق نے مخلوق کو enclosed کر رکھا ہے اور نہ ہی خالق و مخلوق equitable ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت "العلی" کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے بلند تر ہو۔

انسانی ذہن اپنے علم اور رسائی میں محدود ہے اس لیئے اس کے لیئے ناممکن ہے کہ وہ ایسی شے کے متعلق کچھ سمجھ سکے جو لامحدود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنی کچھ صفات کا انسان کو علم عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت العلی کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے انتہائی بلند اور بالا ہے۔ نہ تو وہ مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور نہ ہی اپنی مخلوق کے گھیرے میں ہے اور نہ مخلوق کا کوئی حصہ اس سے بلند ہے۔ جبکہ معتزلہ کے اللہ تعالی کے ہر جگہ موجود ہونے کے عقیدہ کی وجہ سے حلول اور وحدۃ الوجود کے افکار پروان چڑھے۔ ہر دو کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے کوئی تعلق نہ ہے۔ لہذا سٹنگر کا یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بذات ہر جگہ خود موجود ہونا لازم ہے وہ کائنات میں Penetrate کیئے ہوئے نہیں ہے بلکہ ساری مخلوق سے بلند تر ہے اس کا ثبوت آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ میں ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حاضر و موجود ہونے کا تصور یہی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی نگاہ میں ہے اور وہ ہر دقیق سے دقیق فعل کو جان رہا ہوتا ہے۔ مزید یہ اس کے لئے کائنات کی وسعتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ یہ کائنات ہمارے حوالے سے بے کراں ہے اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے کائنات قابل نظر انداز ہے۔ سٹنگر کا کہنا ہے کہ:

A Personal Being Cannot be Non Physical.[71]

سٹنگر کے نزدیک اگر خدا ہے تو پھر وہ غیر طبیعی ہونا چاہیے۔ نیز اگر خدا ہے تو وہ ایک ذات کے زمرہ میں آتا ہے۔ ایک ذات کے لیے لازم ہے کہ وہ طبیعی ہو۔ لہذا دونوں بیانات ایک دوسرے کے متصادم ہونے کی وجہ سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ خدا ہی نہیں ہے۔[72] اسلامی عقائد کی رو سے ذات باری تعالیٰ کے لیئے شخصی صفات کہیں بھی صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اس مفروضے کی بنیاد ہی غیر حقیقی ہے، لہذا اس کا نتیجہ بھی لایعنی ہے۔ ممکن ہے سٹنگر یہاں مداخلت والے خدا کے لیئے طبیعی صفات کا حامل ہونا قرار دیتا ہو۔ لیکن ایسا کوئی قرینہ دستیاب نہیں ہے۔

سٹنگر خدا کے عدم وجود کو ثابت کرنے کے بہت سے دلائل دیتا ہے۔ مثلاً قادر مطلق ہونے کا تناقض: خدا یا تو ایسا پتھر بنانے پر قادر ہے جسے وہ نہ اٹھا سکتا ہو۔ اگر خدا ایسا پتھر بنالے جسے وہ خود نہ اٹھا سکتا ہو تو پھر وہ قادر مطلق نہ ہوا۔ اور اگر وہ ایسا پتھر نہ بنا سکے جسے وہ نہیں اٹھا سکتا تو بھی وہ قادر مطلق نہ ہوا۔ لہذا خدا قادر مطلق نہیں ہے۔ خدا کے لیئے ایسا پتھر بنانا جو کہ لامحدود ہو (جیسے وہ اٹھانے پر قادر نہیں) تناقض کے ذمرہ میں آتا ہے چونکہ مذہبی طور پر خدا سب سے بڑا ہے اور لامحدود طاقت کا حامل ہے۔ چونکہ اس کی طاقت اور قدرت لامحدود ہے لہذا اس کی تخلیق کردہ ہر شے محدود ہی ہوگی اس لیے یہ مفروضہ ہی غلط ہے۔ مخلوق ہونے کی وجہ سے لازماً محدود حجم کا مالک ہوگا وگرنہ لامحدود ہونے کی وجہ سے اس کی صفت الوہی قرار پائے گی اور متعدد خداوں کو ماننا پڑے گا جو کہ محال ہے۔ وہ خدا کے تصور کو انسانی دریافت قرار دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ

Like quarks, The gods are human inventions based on human concepts.[73]

سٹنگر کے مطابق ان میں سے اکثر صفات یہودی، عیسائی اور اسلامی خدا سے منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ خدائے تعالیٰ کی العلیم، القدیر اور مہربان ہونے والی صفات کو کلیتاً رد کر رہا ہے۔ اس کے مطابق خدا کی یہ صفات بیک وقت ہونا ممکن نہیں۔[74] سٹنگر کے نزدیک ابراہیمی مذہب میں بیان کردہ ہمہ گیر خیر خواہ یا مہربان خدا کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔

کائنات میں پیچیدگی اس بات کی مظہر ہے کہ یہ کسی خود بخود یہ خود کار طریقہ سے سے ارتقاء پذیر نہیں ہے بلکہ اس کو ڈیزائن کیا گیا ہے اور یہ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے۔ یہ محض فطری چناؤ کی بنیاد پر معرض وجود میں نہیں آئی۔ سٹنگر ڈیزائن کو ایک بصری دھوکہ قرار دیتا ہے۔ اس کے مطابق سائنس سے قبل مذہبی عقائد ایمانیات، ثقافتی روایات اور وحی پر مبنی حقائق پر مشتمل ہوتے تھے۔ سائنس کے آنے سے بہت سے مذہبی اعتقادات بہہ گئے اور لوگوں نے سائنس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔[75] سٹنگر یہاں ایسے مذہبی اعتقادات کی بات کر رہا ہے جو کہ مذہب میں بھی بدعتی ہیں۔ وہ سائنس اور مذہب کو یکلخت ایک دوسرے کے مخالف بیان کر کے ایک میں ترقی سے دوسرے کی تنقیص ثابت کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ سائنس ایک علمیت ہے اور مذہب بھی علمیت ہے۔ ایک کے ثابت ہونے سے دوسرے کی ناکامی یا غلط ثابت ہونا لازم نہیں آتا۔ سٹنگر ولیم پیلے کی کتاب Natural Theology: Evidence of Existence and Attributes of the Deity Collected from the Appearance of Nature. کا حوالہ دیتا ہے جس میں ولیم پیلے راہ چلتے پتھر اور گھڑی پاتا ہے تو اس کے مطابق پتھر کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتا چونکہ وہ فطرت کی سادہ شکل ہے۔ لیکن گھڑی کے بارے میں لازمًا یہ تصور آتا ہے کہ اس کے بنانے میں کوئی تدبیر یا حکمت کا عمل دخل ہے اسی کو بنیاد بنا کر وہ انسانی آنکھ کی بناوٹ میں حکمت و دانائی کو بیان کرتا ہے۔ یہ دراصل ڈیزائن آرگومنٹ ہے۔[76]

دور حاضر میں اسی ڈیزائن کو Intelligent Design کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق اکثر بائیولوجیکل نظام اتنے زیادہ پیچیدہ ہیں کہ وہ قدرتی طور پر وجود میں نہیں آسکتے۔ سائنس دانوں کے نزدیک کائنات کے ابتدائی واقعات فائن ٹیونڈ ہیں یعنی کی فزکس کے قوانین اور کونسٹنٹس اس طرح سے "فائن ٹیونڈ" ہیں کہ ان کی وجہ سے کرہ ارض پر زندگی ممکن ہوئی ہے۔ کچھ حلقوں کی جانب سے اسے اینتھروپک پرنسپل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ایک ایماندار شخص سے جب یہ سوالات کیے جاتے ہیں کہ کائنات کیسے وجود میں آگئی؟ کچھ نہ ہونے کی بجائے "کچھ ہے" کیوں ہے؟ قوانین فطرت اور عقل انسانی کیسے وجود میں آئے؟ تو ان صاحب ایمان کے نزدیک یہ سب کچھ ایک عظیم ہستی کی وجہ سے ہے جو زمان و مکان سے ماوراء ہے۔ اس کے برعکس وہ ان سوالات کے سائنسی بنیادوں پر جوابات دینے کا عندیہ دیتا ہے۔[77]

سٹنگر ڈیزائن کے برعکس ڈاروزم کو معیاری حوالہ کے طور پر لیتا ہے۔ حیاتیاتی ارتقاء ایک مسلّمہ سائنسی نظریہ ہے لیکن ارتقاء کی تشریح و توضیح مفروضاتی ہے۔ جیسے ذات باری تعالیٰ حقیقت ہے لیکن اس کی حتمی کیفیت بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح ارتقاء کے بارے میں کثرت سے شواہد دستیاب ہیں۔ اب اکثر سائنسدان جو کہ کائنات کے وجود کے آنے میں مافوق الفطرت ہستی کو جگہ دینے کو تیار نہیں اور وہ کائنات کو خود کار طریقے سے وجود میں آنے اور رواں رہنے کو اندھے، بہرے فطری چناؤ کا ہی نتیجہ قرار دیتے ہیں، اس سے دراصل مذہبی حلقوں اور لا مذہب سائنس دانوں میں ایک جھگڑے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ سائنسدانوں نے ارتقاء کے تصور کو ہائی جیک کر کے اس کی صرف ڈاروزم والی تشریح کو معیاری مان رکھا ہے۔ حالاں کہ اس کی ایک سے زائد تشریحات ممکن ہیں۔ بہر حال ڈاروزم ایک مفروضہ ہے جو کہ ارتقاء کے نظریہ کی ممکنہ تشریح کرتا ہے۔ یہ مفروضہ

سائنسی علیت کے لحاظ سے بھی قابلِ تغلیط ہے اور کل کلاں شواہد کی دستیابی پر اس میں ردّ و بدل بھی ہو سکتا ہے اور ایسا بھی ممکن ہے کہ اس میں مزید بہتری ہو سکے۔

ڈارونزم کا ارتقائی میکنزم The origin of Species میں بالتفصیل بیان ہوا ہے۔ اس کے مطابق ارتقاء "فطری چناؤ" کے باعث عمل پذیر ہوتا ہے، یہ ایک مسلسل عمل ہے اور اس میں وہ جاندار بقاء پاتا ہے جو کہ بہترین خصائص کا حامل ہو۔ اگر ڈارون کی ارتقائی

توضیحات کو معیاری مان لیا جائے تو پھر معاشرے میں بسنے والے افراد میں ہزاروں سال گزرنے کے بعد صرف صحت مند اور با اخلاق افراد ہی بچ جانے چاہئیں اور معاشرے میں تنوع کے بجائے یکسانیت ہونی چاہیے۔ جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے مزید یہ کہ ڈارونزم کے ارتقائی ماڈل پر سب سے بڑی جرّح یہ ہے کہ یہ حر حرکیات یا الیکٹرومیگناٹزم کی طرح سائنسی نظریہ نہیں ہے۔ مذہبی طبقہ کا یہ کہنا ہے کے ارتقاء ایسی پیشگوئی کی صلاحیت سے محروم ہے جس کو جانچا جا سکے لہٰذا نظریہ ارتقاء قابلِ تغلیط نہیں ہے۔ جبکہ سٹنگر کہتا ہے کہ ارتقاء میں پیش گوئی کی صلاحیت بھی ہے اور قابلِ تغلیط بھی ہے۔

ولیم ڈمبسکی اور مائیکل بے ہے کے نزدیک Intelligent design کی وجہ سے ارتقاء کو سنجیدہ چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مائیکل بے ہے اولین سیل کی بائیو کیمسٹری کو بنیاد بنا کر انٹیلیجنٹ ڈیزائن کی حمایت اور ڈارون کے مروجہ ارتقائی نظریہ پر جرح کرتا ہے۔ اس کے نزدیک اولین سیل کی تشکیل میں انٹیلی جنٹ ڈیزائنر کی مداخلت ضروری ہے۔[78] ان کے نزدیک فطری دنیا کے چند پہلو مثلاً بیکٹیریا کے فلے جیلم Bacterial flagellum کی تشکیل اور ممالیہ میں خون کے کلاٹنگ کے دوران تعاملات کی سیریز جسے Blood Clotting Cascade کا نام دیا جاتا ہے، اتنے پیچیدہ ہیں کہ ان کا Genetic Mutation اور Natural Selection کے ذریعے تشکیل پانا بعید تر ہے۔ وہ خلیہ کے اندر کیمیائی تعاملات کے پیچیدہ چین کو بھی بطور مثال پیش کرتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ عوامل کسی ذہین منصوبہ ساز ڈیزائنر کے مرہونِ منت ہے جسے وہ خدا کے نام سے موسوم کرتا ہے۔[79] چند دیگر مئویدین کا کہنا ہے کہ پیچیدہ زندگیوں کی Cambriane Explosion کے ذریعے منصہ شہود پر آنے کو بھی ذہین منصوبہ ساز / ڈیزائنر کو پیش نظر رکھے بغیر تشریح نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح سے فطری چناو کو ارتقا کے معیاری نظریہ کے طور پر قبول کرنا سائنسی لحاظ سے بھی محلِ نظر ہے۔

نتائج بحث

سٹنگر خدا کے مفروضہ کو صائب مانتے ہوئے اس کو قابل تغلیط تصور کرتا ہے۔ حالانکہ خدا کی ذات فوق الفطرت ہونے کی وجہ سے سائنسی تفتیش کے میدان سے وراء ہے۔ ڈیزائن کے برعکس ڈارونزم (فطری چناو) کو معیاری تصور کرتا ہے جو کہ بذاتہ ایک مفروضہ ہے۔ کائنات کے عدم سے وجود کے باب میں متعدد کائناتوں کے مفروضہ کا موید ہے لیکن اس کا کوئی سائنسی ثبوت پیش کرنے سے محترز ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 Stenger, V.J (2007) God: The Failed Hypothesis. (ed.). New York: Prometheus Book

[2] فلسفہ سائنس کی رو سے ایسا نظریہ یا مفروضہ جو کہ قابل تغلیط یا تردیت ہو جائز سائنسی نظریہ یا مفروضہ کہلاتا ہے۔ یہاں یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی ذات سائنسی دائرہ اختیار میں آتی بھی ہے کہ نہیں۔

According to the philosophy of Science, theoretical assumption that is Condensable or doubtful, it is called permissible scientific theory/assumption.

[3] ڈیسٹ مذھب کے مطابق خدا نے کائنات کو بنا کر خود اس سے علاحدگی اختیار کر لی۔

According to Dest theology, God created the universe and separated himself from it.

4 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p.12

[5] NOMA کے مطابق مابعد الطعیات سے متعلق امور اور مظاہر سائنس کے زمرہ میں سے نہیں ہیں۔

According to NOMA, metaphysical issues and phenomena are not in the category of science.

6 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. pp. 24, 25

[7] مذہب وہبی اور وجدانی حیثیت کا حامل ہے۔ ہمارا وجود، ہمارا شعور، اور دیگر اشیاء اصل میں تقاضا کرتی ہیں کہ کوئی اس کو بنانے والا، تشکیل دینے والا اور برقرار رکھنے والا ہو۔ مذہب کوئی امپیریکل دعوی نہیں ہے اور نہ ہی سائنس کی دنیا کا کوئی دعوی ہے۔

Religion is an intuitive. Our existence, our consciousness, and other things actually require that someone be the creator, the creator, and the sustainer. Religion is not an empirical claim, nor is there any claim to the world of science.

8 Stenger, V.J (2007).God: The Failed Hypothesis.p.26

9 Stenger, V.J (2007).God: The Failed Hypothesis.p.29

10 Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis.p.133

[11] ۔سورۃ الانعام:103

Sūrah al-'An'ām: 103

[12] ۔سورۃ الشوریٰ:11

Sūrah al-Shūrā: 11

[13] ۔سورۃ الاعراف:143

Sūrah al-'A'rāf 143

14 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. P.30

[15] ۔سورۃ نمل:62

Sūrah Namal:62

16 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. P.42

[17] ۔سورۃ الروم:41

Sūrah al-Rūm: 41

[18] ۔سورۃ الفاطر:۴۱

Sūrah al-Fāṭir:41

[19] سورۃ حج:65

Sūrah al-Ḥaj: 65

[20] سورۃ الاحقاف:33

Sūrah al-'Aḥqāf:33

[21]سورۃ الغاشیۃ:17

Sūrah al-Ghashiah: 17

[22]۔ سورۃ فصلت:53

Sūrah Fuṣṣilat: 53

[23]۔ سورۃ البقرۃ:164

Sūrah al-Baqrah:164

24.https://www.ilhaad.com/2019/04/tajarbati-ilm-wajood-e-khuda

[25] سورۃ یونس:3و5

Sūrah Yūnus: 3 and 5

[26]سورۃ ھود:7

Sūrah Hūd: 7

[27]سورۃ الفرقان:59

Sūrah al-Furqān: 17

[28]۔ سورۃ فصیلت12، 11، 10، 9

Sūrah Fuṣṣilat: 9-12

[29]۔ سورۃ السجدہ:5

Sūrah Al-Sajdah: 5

[30] سورۃ المعارج:4

Sūrah Al-Ma'ārij: 4

31 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. p.11

[32] ۔۔ سورۃ غافر:19، سورہ ق:16

Sūrah Ghafir:19, Sūrah Qāf: 16

33 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis P.3

34 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p.14

[35]سورۃ حدید:4

Sūrah Ḥadīd: 4

36 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. p.14

37 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. p.15

38 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis pp. 27, 28, 29

39 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p. 29

40 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p.16

41 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p.17

[42] سورۃ الحدید:1

Sūrah Ḥadīd: 1

[43] ۔ تفہیم القرآن، سید ابو الاعلیٰ المودودی،

Tafhīm-ul-Qur'ān, Syed 'Abūl 'A'lā al-Maudūdī

[44] سورۃ الحدید:2

Sūrah Ḥadīd: 2

[45] ۔سورۃ الحدید:3

Sūrah Ḥadīd: 3

[46] سورۃ الانعام:18

Sūrah al-'An'ām: 18

[47] ۔سورۃ الرعد:15

Sūrah al-Ra'ad: 15

48 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. p.17

49 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. p.18

50 Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis. p.22

[51] سورۃ الاخلاص:1 تا5

Sūrah al-'Ikhlāṣ: 1-5

52 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p. 22

[53] ۔سورۃ النحل:25

Sūrah Al-Naḥal: 25

[54] ۔سورۃ بلد: 10

Sūrah Balad: 10

[55] ۔سورۃ الدھر:3

Sūrah al-Dahar: 3

[56] ۔سورۃ الشمس:۸

Sūrah al-Shams: 8

57 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p.22

58 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p.22

[59] ۔سورۃ الاعراف:179

Sūrah Al-'A'rāf: 179

[60] ۔سورۃ آل عمران: 191-188

Sūrah Āl-e-'Imrān: 188-191

61 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p. 31

[62] ۔سورۃ الروم:41

Sūrah Al-Rūm: 41

[63] ۔سورۃ الزمر:62

Sūrah Al-Zumar: 62

[64] ۔سورالانفطار:60

Sūrah Al-'Infiṭār: 60

65 ۔سورۃ آل عمران:191

Sūrah Āl-e-'Imrān: 191

66 ۔سورۃ الرعد:16

Sūrah Al-Ra'ad: 16

67 ۔سورۃ الاحقاف:۳

Sūrah Al-Aḥqāf: 3

68 سورۃ الاحقاف:۳۳

Sūrah Al-Aḥqāf: 33

69 سورۃ الحشر:24

Sūrah Al-Ḥashr:24

70 ۔سورۃ الملک:3

Sūrah Al-Mulk: 3
71 Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p .33
72 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p .33
73 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p.39
74 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p. 42
75 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p. 48
76 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p. 48
77 . Stenger, V. J. (2007). God: The Failed Hypothesis p. 49
78 . Dixon, T. (2008) Science and Religion.p.93
79 . Dixon, T. (2008) Science and Religion.pp.81,82.